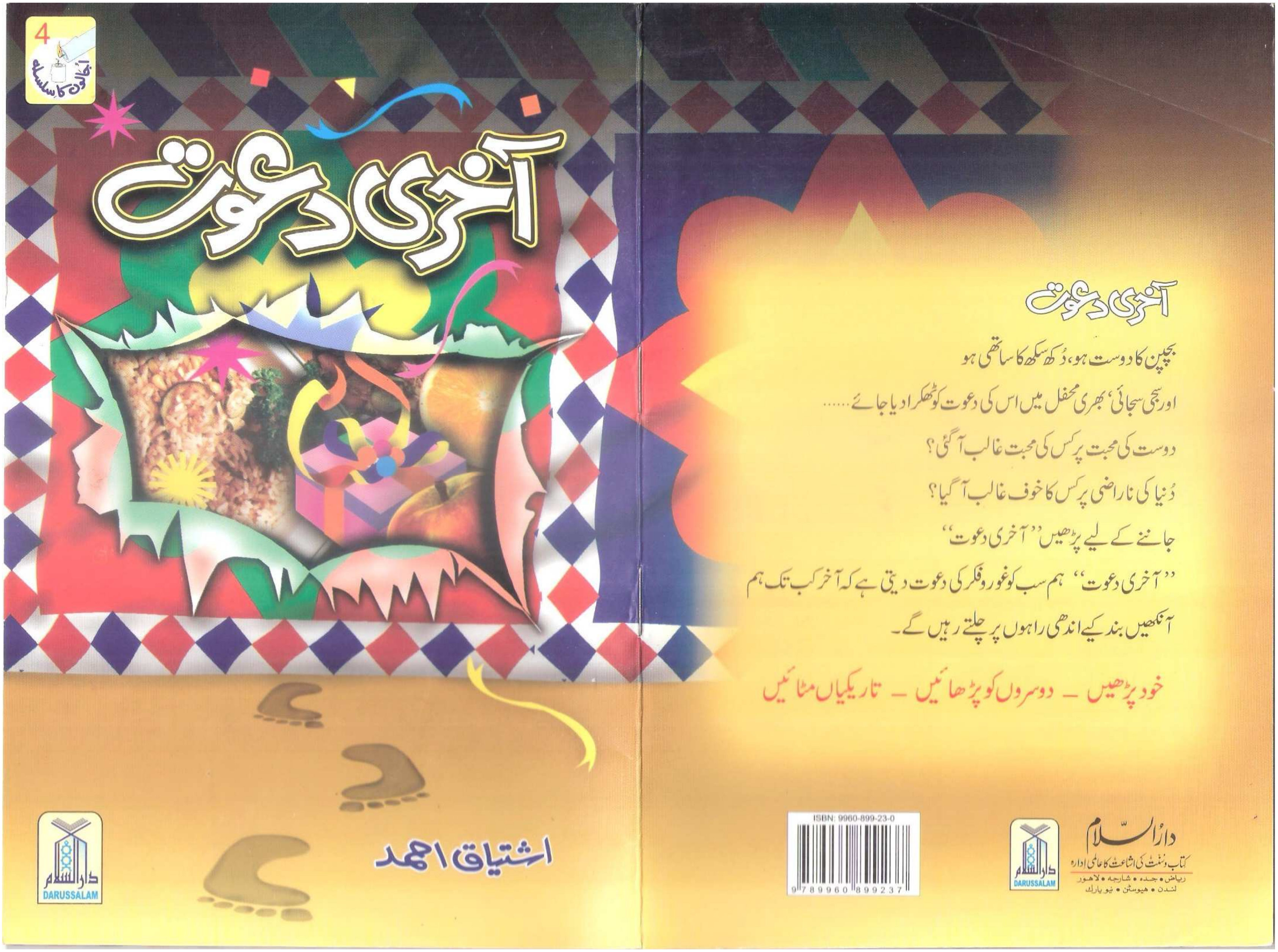
4
اُجالوں کا سلسلہ
آخری دعوت
اشتیاق احمد
دارالسلام
DARUSSALAM
آخری دعوت
بچپن کا دوست ہو، دُکھ سکھ کا ساتھی ہو
اور سجی سجائی، بھری محفل میں اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا جائے......
دوست کی محبت پر کس کی محبت غالب آ گئی؟
دُنیا کی ناراضی پر کس کا خوف غالب آ گیا؟
جاننے کے لیے پڑھیں ''آخری دعوت''
''آخری دعوت'' ہم سب کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے کہ آخر کب تک ہم آنکھیں بند کیے اندھی راہوں پر چلتے رہیں گے۔
خود پڑھیں ـ دوسروں کو پڑھائیں ـ تاریکیاں مٹائیں
ISBN: 9960-899-23-0
9 789960 899237
دارالسلام
DARUSSALAM
دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • هیوسٹن • نیو یارک

پیش لفظ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آخری دعوت قبول کیجئے۔ آپ گھبرا تو نہیں گئے کہ آخر آخری کیوں...... ابھی تو نہ جانے کتنی زندگی پڑی ہے' یہ دعوتیں وغیرہ تو چلتی ہی رہتی ہیں' تو پھر یہ آخری کیوں؟

اس کی ایک وجہ ہے' اس قسم کی دعوت کو آخری دعوت ہی ہونا چاہیے۔ اگر ایسی دعوتیں جاری رہیں تو ہم کام سے جائیں گے' پھر ہمارے پلے کچھ نہیں رہ جائے گا۔ بالکل تہی دامن ہو کر رہ جائیں گے...... جی ہاں...... لیکن اس وقت ہاتھ ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ عقل مند وہ ہے جو وقت سے فائدہ اُٹھائے اور آپ کے لیے ابھی وقت ہے......!

پہلے آپ کتاب پڑھ لیں' پھر اس دعوت کو آخری دعوت بنانے پر تُل جائیں...... گویا میدانِ عمل میں کود پڑیں' ڈٹ جائیں...... آپ بس اس کے مقابلے میں ڈٹ جائیں...... بھئی ایسی دعوتوں کے مقابلے میں...... اور جس کے مقابلے کی دعوت دے رہا ہوں' پہلا میں آپ ہوں۔

آپ غور تو کریں۔ میں نے آپ کو کس چیز کی دعوت دی ہے...... دعوت بھی دی ہے اور آخری دعوت کی بات بھی کر رہا ہوں۔ ہے نا عجیب بات......!

یہ عجیب بات آپ کی سمجھ میں اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ آپ اس چھوٹی سی کتاب کو مکمل طور پر پڑھ نہیں لیتے...... جی ہاں! تجربہ کر لیں۔

والسلام

عبدالمالک مجاہد

آخری دعوت

میں اپنے دوست قربان بیگ کے گھر کے سامنے پہنچا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ شامیانے لگے ہوئے تھے، قناتیں عجب بہار دکھا رہی تھیں۔ ایک طرف الگ شامیانے میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ان میں زرق برق لباس میں خوب سج دھج کے ساتھ عورتیں بچے اور لڑکیاں بیٹھی یا کھڑی تھیں۔ کچھ اِدھر اُدھر تتلیوں کی طرح آ جا رہی تھیں اور کچھ ایک کونے میں کھڑی باتوں میں مشغول تھیں۔ ہنسی مذاق' چھیڑ چھاڑ اور نقرئی قہقہے کانوں میں گونج رہے تھے۔ دوسری طرف کے شامیانے میں مرد بیٹھے ہوئے تھے، ان کے ساتھ بچے بھی تھے، ان کے لباس بھی خوب ٹھاٹھ باٹ والے تھے، ہر ایک نے خود کو خوب سجایا بنایا ہوا تھا لگتا تھا، یہ سبھی دولہے ہیں اور عورتیں سبھی دلہنیں۔

مجھے اپنے دوست پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ میرا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں ابھی ابھی راولپنڈی سے لاہور پہنچا تھا۔ اڈے سے سیدھا یہاں چلا آیا تھا۔ میرے جسم پر سادہ سا لباس تھا اور ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ۔ کسی طرح بھی کوئی مجھے دیکھ کر یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ میں کسی شادی میں شرکت کے لیے آیا ہوں۔

اور بات تھی بھی یہی! شادی میں شرکت کے لیے تو میں آیا ہی نہیں تھا۔ میں تو اپنے بچپن کے دوست سے ملنے بس یونہی چلا آیا تھا۔ بہت دن ہو گئے تھے اس سے مل نہیں سکا تھا۔ کچھ فرصت نصیب ہوئی تو سوچا، قربان بیگ سے مل آؤں۔

میں بُت بنا کھڑا تھا۔ عورتوں، مردوں اور بچوں کی تعداد میں ہر لمحے اضافہ ہو رہا

تھا۔ لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم تھا' میرے دوست کی صرف ایک بیٹی تھی۔ بیٹی جوان ہوچکی تھی۔ گویا یہاں آج اس کی برات آنے والی تھی۔ دوست نے بیٹی کی شادی طے کردی اور مجھ سے پوچھا تک نہیں؟ مجھے غصہ اس پر تھا۔

اب میں نے دوست کی تلاش میں نظریں گھمائیں، اس کا دُور دُور تک کہیں پتا نہیں تھا۔ کچھ فاصلے پر قناتوں کی ایک اور چار دیواری نظر آئی۔ وہاں بھی کچھ لوگ موجود تھے میں نے سوچا شاید قُربان بیگ وہاں ہو۔ میرے قدم خود بخود اُس طرف اُٹھ گئے نزدیک پہنچا تو دیگیں پکتی نظر آئیں۔ پکانے والے حضرات بڑے پرجوش انداز میں دیگوں میں چمچے چلا رہے تھے۔ کچھ اور صاحبان دوسرے کاموں میں مصروف تھے لیکن قربان بیگ یہاں بھی نہیں تھے۔

آخر میں نے سوچا براہ راست گھر کے دروازے پر چلا جاتا ہوں۔ کسی سے پوچھتا ہوں قربان بیگ کہاں ہے۔ یہ سوچ کر گھر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ قربان بیگ کے گھر کے سامنے دراصل ایک کھلا میدان تھا، یہ تمام انتظامات اسی کھلے میدان میں کیے گئے تھے۔ اب جو میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو وہاں اور ہوش رُبا مناظر میرے استقبال کے لیے موجود تھے۔ عورتیں اور مرد اندر آ جا رہے تھے۔ رش بہت تھا، کھوے سے کھوا چھل رہا تھا، ایک دوسرے سے مس ہوئے بغیر کوئی گزر جائے، ممکن ہی نہیں تھا۔ ہر اندر جانے والے کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبا یا کوئی اور تحفہ ضرور تھا۔ بعض کے ہاتھوں میں نوٹوں کے ہار بھی نظر آئے۔

اب میری پریشانی بڑھ گئی۔ میں تو دوست کی بیٹی کے لیے کچھ بھی نہیں لایا تھا۔ مجھے

تو اس شادی کا پتا ہی نہیں تھا، ایسے میں اچانک میں نے اسے باہر نکلتے ہوئے دیکھا، اس کی نظر مجھ پر پڑی، میں اس کی طرف اور وہ میری طرف لپکا، ہم دونوں گرم جوشی سے بغل گیر ہوگئے۔

''بہت دنوں بعد آئے ہو' تم تو میرے گھر کا راستہ ہی بھول گئے' خیر! آئے خوب موقع پر ہو' آؤ آؤ......! تھکے ہوئے لگتے ہو، نہا دھو کر تیار ہو جاؤ۔''

''لیکن میں تم سے ناراض ہوں۔'' میں نے جھلّا کر کہا اور اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیے۔

''ہاں ہاں' میں جانتا ہوں' ہم یہ سب باتیں بیٹھ کر کریں گے۔ بس تم پہلے تیار ہو جاؤ۔''

اس نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ باتھ روم ساتھ تھا، لیکن خالی نہیں تھا۔ اس کے خالی ہونے میں بھی بہت وقت لگا، آخر اللہ اللہ کر کے میری باری آئی۔ ادھر قربان بیگ پھر غائب ہو چکا تھا۔ وہ بے چارہ بھی کیا کرتا، شادی میں کام ہی اتنے ہوتے ہیں۔ اب میں نے بھی خود کو تیار کیا۔ آخر شادی میں شرکت کرنا تھی، کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑتا ہے۔ تیار ہو کر باہر نکلا اور مردوں والے شامیانے کی طرف بڑھا۔ اسی وقت دوسری طرف سے قربان بیگ آ گیا، مجھے دیکھ کر اُس نے بُرا سا منہ بنایا۔

''یہ کیا، بھئی اتنے سادہ کپڑے! کوئی اور اچھے کپڑے پاس نہیں ہیں کیا؟'' اس نے مجھے گھورا بھی۔

''بھئی! مجھے کیا معلوم تھا کہ شادی ہے! وہ بھی اکلوتی بیٹی کی! معلوم ہوتا تو کپڑے ساتھ لاتا، پھر یہ کپڑے سادہ ضرور ہیں، مگر ہیں تو صاف ستھرے۔''

میرے دوست کو ایک زبردست جھٹکا لگا، اس کا رنگ اُڑ گیا، اب چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا، میں نے اس کی بگڑی ہوئی حالت کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پوچھا:

''کیا ہوا بھئی! کیا میں کچھ غلط بات کہہ گیا، کیا مجھ سے بھول ہوگئی؟''

''ہاں میرے دوست! تم غلط سمجھے' یہ کیسے ہوسکتا ہے میں اپنی بیٹی کی شادی کروں اور تمہیں بلاؤں تک ناں......انتظامات اس کی شادی کے سلسلے میں نہیں ہیں۔''

''اوہ! تو کیا آج اس کی منگنی ہے؟'' میں نے سکون کا سانس لے کر کہا، اب میرا غصہ کم ہو چلا تھا۔

''نہیں! تم اب بھی غلط سمجھے۔ دراصل آج ابا جان کا چالیسواں ہے۔''

مجھے ایک دھچکا سا لگا، لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا اور اس سے کہا:

''اوہ اچھا! اب سمجھا! خیر تم مہمانوں کی طرف توجہ دو۔''

وہ تیزی سے ایک طرف بڑھ گیا۔ میں اندر اپنے کمرے میں آ گیا۔ میرا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ میں کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیے بیٹھا رہا۔ نہ جانے اس طرح کتنا وقت گزر گیا۔ دروازے پر دستک سُن کر میں چونکا اُٹھ کر دروازہ کھولا تو قربان بیگ کھڑا تھا۔

''یہ کیا! تم یہاں ہو، شاید تم نے کھانا بھی نہیں کھایا، معلوم ہوتا ہے طبیعت ٹھیک نہیں۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''ہاں میرے دوست! میں نے کھانا نہیں کھایا، بھئی کھانے کا کیا ہے، روز ہی

کھاتے ہیں، تم اگر فارغ ہو گئے ہو تو ذرا بیٹھ جاؤ تم سے کچھ باتیں کروں گا۔''

اس پر اس نے تیزی سے کہا: ''ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا'' یہ کہا اور چلا گیا۔ رات نو بجے کے قریب وہ میرے پاس آیا اور بولا ''ہاں دوست! میں معذرت چاہتا ہوں، اب تم جتنی جی چاہے باتیں کرو، میں بالکل فارغ ہوں۔ ہاں' تو کیا باتیں کرنا چاہتے ہو۔'' اس پر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا:

''باتیں بہت اہم ہیں اور میں صرف تمہیں نہیں، بھابی اور بیٹی کو بھی سنانا چاہتا ہوں۔ بہتر ہوگا آپ اپنے بھائی بہنوں کو بھی بلالو۔ ویسے بھی وہ میری باتیں سننے کے شوقین ہیں۔''

میرا دوست اُٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے کہا: ''ضرور! کیوں نہیں! ابھی سب آ جاتے ہیں۔''

جلد ہی مرد حضرات اس کمرے میں آ بیٹھے جہاں میں بیٹھا تھا۔ عورتیں دوسرے کمرے میں بیٹھ گئیں۔ درمیان میں دروازہ تھا۔ اور دروازے پر پردہ پڑا تھا، میں جب بھی ان کے ہاں آتا تھا اسی طرح کچھ دینی باتیں بتایا کرتا تھا جب سب لوگ بیٹھ گئے تو میں نے کہنا شروع کیا۔

''آج یہاں موت کا جشن دیکھ کر مجھے بہت رنج ہوا۔ افسوس ہوا، صدمہ پہنچا۔ اب ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم مرنے والوں کا جشن منانے لگ گئے ہیں۔ یہ چالیسویں کی دعوت تھی، یقیناً تم نے تیجا، ساتواں' دسواں وغیرہ بھی کیا ہوگا اور مجھے سو فیصد یقین ہے ان چالیس دنوں میں ایک کام تم نے ایک بار بھی نہیں کیا ہوگا۔ میری بات سن کر آپ کے چہروں پر سوال اُبھر آیا ہے۔ وہ کیا؟ وہ یہ کہ والد صاحب مرحوم کو دفن کرنے کے بعد سے لے کر آج تک تم بھلا کتنی بار قبرستان گئے اور کتنی بار ان کے لیے دعائے مغفرت

کی ہے؟ میں جاننا چاہتا ہوں! آپ میں سے کون کتنی بار والد صاحب کی قبر پر گیا ہے۔

آپ لوگوں کے جھکے ہوئے سر دیکھ کر مجھے سوال کا جواب مل گیا۔ آپ میں سے کوئی مرد بھی قبرستان نہیں گیا۔ عورتوں کو خیر ویسے ہی قبرستان جانا منع ہے لیکن باقی لوگوں کو چاہیے تھا کم از کم ہفتے میں ایک بار ضرور قبرستان جاتے۔ وہاں سوئے ہوؤں کے لیے دعا کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی تعلیم کو بھلا دیا اور رسموں کے پجاری بن کر رہ گئے۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ایک عزیز کے مرنے کے بعد اسلامی حدود میں رہ کر ہم کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں کر سکتے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں آج آپ کو چند اہم باتیں بتا دوں۔ میرے دوست قربان بیگ! آپ کو یاد ہوگا کہ آج سے چھ سال پہلے میری جوان بچی فوت ہوئی تھی، آپ تو خود اس کے جنازے میں شریک ہوئے تھے، ہوئے تھے نا! میں نے نماز جنازہ سے پہلے کیا اعلان کیا تھا، کیا آپ وہ اعلان بھول گئے ہیں؟ آپ کا جھکا ہوا سر بتا رہا ہے کہ آپ بھولے نہیں۔ آپ کو وہ اعلان اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے اعلان کیا تھا: کوئی تیجا نہیں ہوگا، کوئی چالیسواں نہیں ہوگا، کوئی رسم قل خوانی نہیں ہوگی۔ اور تو اور جب بچی کی روح پرواز کر گئی تو مجھ سے پوچھا گیا، مساجد میں اعلان کروا دیں؟ میں نے کہا تھا: نہیں، میں مساجد کے ذریعے اعلان نہیں کراؤں گا، اس لیے کہ ایسا کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ عربی میں اس کو نَعیُ کہتے ہیں۔ ترمذی کی حدیث کے مطابق نبی ﷺ نے نَعیُ سے منع فرمایا ہے۔ دو ایک آدمی جائیں اور رشتے داروں کو اطلاع کر آئیں۔ پھر جب عورتوں نے چیخنا چلانا شروع کیا، ان کی آوازیں بلند ہوئیں تو میں اندر گیا اور میں نے سخت الفاظ میں ان عورتوں سے کہا تھا:

''اس طرح مت چیخو چلاؤ! یہ سخت منع ہے، ہاں چیخنے چلانے کے بغیر آنسو بہالو اس کی اجازت ہے۔'' تب کہیں جا کر عورتوں کی آوازیں بند ہوئی تھیں۔ پھر جب جنازہ اُٹھا تو چند آدمی پکارنے لگے:

''کلمۂ شہادت، کلمۂ شہادت!''

میرے دوست تمہیں یاد ہوگا، میں نے انہیں اس طرح آوازیں لگانے سے روک دیا تھا اور کہا تھا، یہ دُرست طریقہ نہیں۔ دل میں ذکر کرتے ہوئے چلتے رہیں۔ تمہیں یاد ہوگا میں نے قبر پر پھولوں کی چادر نہیں چڑھائی تھی، اگر بتیاں نہیں سلگائی تھیں، کتبہ نہیں لگایا تھا، قبر کو پختہ نہیں بنوایا تھا، اس لیے کہ یہ سب بدعات ہیں۔ میری بچی کے جنازے کی کوئی تصویر نہیں لی گئی تھی۔ دفن کے بعد ہم گھر لوٹ آئے تھے، دوسرے دن کوئی اجتماعی دُعا نہیں ہوئی تھی، جسے آج کل عام طور پر رسم قل خوانی کہا جاتا ہے۔ اس کے اعلانات بھی مساجد میں کیے جاتے ہیں اور آخر میں جملہ بولا جاتا ہے، ثواب دارین حاصل کریں۔ بھئی! بدعت کے ذریعے بھی کبھی ثواب دارین حاصل ہوسکتا ہے؟ یہاں آپ لوگ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آخر یہ سب باتیں بدعت کس طرح ہیں؟ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ ہے کہ نہ تو ہمارے نبی ﷺ نے یہ کام کیے۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے یہ کام کیے۔ اگر یہ کام کرنے کے لائق ہوتے تو وہ لوگ ثواب کے ہم سے لاکھوں درجے زیادہ شوقین تھے۔ وہ تو ثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے ہی نہیں دیتے تھے۔ خیر، میں احادیث کے ذریعے بھی وضاحت کروں گا، پہلے تو بدعت کی تعریف سُن لیں، بدعت ہے کیا؟ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب آیت نمبر 21 میں فرماتے ہیں:

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ"

"یعنی: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے"۔

بدعت کیا ہے؟ لُغت کے اعتبار سے ہرنئ چیز کو بدعت کہتے ہیں۔ شریعت میں ہر ایسے نئے طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو ثواب کی نیت سے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں نہ ہو۔ ان کے قول سے ثابت ہو نہ فعل سے اور نہ اشارۃً ثابت ہو۔

اب اس تعریف کی رُو سے دیکھیں کیا یہ تیجا، دسواں اور چالیسواں وغیرہ بزرگانِ دین میں سے کسی ایک سے بھی ثابت ہیں۔ یہ بات ہرگز ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی! بخاری کی ایک حدیث ہے' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئ چیز داخل کرے، جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ اسی طرح مسلم کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے' اور بدترین چیز وہ ہے جو نئ نکالی گئی ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اب دیکھیں! قبروں کے بارے میں ہمیں کیا حکم ہے؟ کیا ہم اس پہ عمل کرتے ہیں۔ بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے موت اور آخرت کی یاد دہانی ہوتی ہے۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "قبروں کی زیارت کیا کرو، قبریں موت کی یاد دلاتی ہیں۔" یہ حدیث مسلم کی ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کام کرنے چاہئیں وہ ہم بالکل نہیں کرتے اور جن کاموں کے کرنے کا حکم نہیں ہے، وہ ہم نے اپنے لیے لازم قرار دے لیے ہیں۔ "قربان بیگ' آپ خود بتائیں' اگر آپ یہ چالیسواں نہ کرتے تو کیا ہوتا؟" یہاں تک کہہ کر میں رُک گیا۔

"ہوتا کیا! ساری برادری ناراض ہوجاتی، برادری تو خیر بعد میں ناراض ہوتی، اس سے پہلے خود میرے گھر کے افراد ناراض ہوجاتے۔ یہ کہتے، لو جی ...... اپنے اباجی کا چالیسواں بھی نہیں کیا، اور برادری والے کہتے؛ اپنے باپ کو اس قدر جلد بھول گئے کہ چالیسواں بھی نہیں کیا۔ اور بھی نہ جانے کیا کیا طعنے سُننا پڑتے۔" قربان بیگ یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگیا۔ میں اس کی بات سُن کر مسکرایا اور کہا:

"یہی تو میں آپ کے منہ سے سُننا چاہتا تھا۔ گویا ہم برادری کے لوگوں اور گھر والوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ تم نے میری بات کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو اللہ ناراض ہوجاتا۔ یعنی یہ کہ یہ بات تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ یہ اللہ کا حکم نہیں ہے۔ نہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے اور نہ ہی بزرگانِ دین کا طریقہ ہے۔ خیر آگے چلتے ہیں، اس سارے پروگرام میں دیکھا جائے تو اسلامی احکامات کی قدم قدم پر خلاف ورزی بھی ہوئی ہے۔ میں جب یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک طرف مرد بیٹھے تھے، دوسری طرف عورتیں، درمیان میں کوئی پردہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں عورتوں کے بارے میں پردے کا حکم نازل کیا ہے۔ گویا ہم نے برادری کو خوش کرنے کے لیے اللہ کے حکم کی بھی پروانہیں کی۔ پھر جس سج دھج سے زرق برق لباس پہن کر مرد اور عورتیں شریک ہیں لگتا ہے کسی شادی میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ میں خود بھی یہی سمجھا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ تم نے اپنے والد کے مرنے پر یہ سوگ منایا ہے یا خوشی منائی ہے؟ مجھے تو یہاں رنج وغم کی کیفیت کسی ایک چہرے پر بھی نظر نہیں آئی۔ جسے دیکھا، خوش نظر آیا۔ سب ہنس رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے۔ کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کے چہرے کو دیکھ کر میں یہ اندازہ لگا سکتا کہ یہ محفل خوشی کی نہیں، غم کی ہے۔ اور اگر یہ سارا پروگرام سوگ کے سلسلے میں تھا تو اسلام نے سوگ منانے کی اجازت صرف تین دن تک دی ہے۔ ترمذی کی حدیث ہے۔ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے بیوہ کے، اس کے سوگ کی مدت چار ماہ دس دن ہے۔ بلکہ ہمیں تو صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بخاری کی حدیث سناتا ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب میں کسی ایمان والے بندے یا بندی کے کسی پیارے کو اُٹھا لوں، پھر وہ ثواب کی امید میں صبر کرے تو میرے پاس اس کے لیے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ بندہ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہے، اللہ کی حمد وثنا کرے، غم یاد آئے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o پڑھ لیا کرے۔ بیوہ عورت کے لیے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس کے سوگ کی مدت چار ماہ دس دن ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ زیب و زینت نہ کرے۔ پھر اس

سارے پروگرام میں فضول خرچی بھی کی گئی' اسلام نے اس سے بھی روکا ہے۔ بلا ضرورت پیسہ ضائع کیا گیا جس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

ہاں! تو میں تمہیں بتا رہا تھا، اس کام میں کیا کیا خرابیاں ہیں۔ بے پردگی اور فضول خرچی کے علاوہ اس میں دکھاوا بھی ہے۔ خود تم نے بتایا ہے کہ نہ کرتے تو عزیز، رشتے دار یہ کہتے۔ گویا انہیں دکھانے کے لیے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے، اللہ کو راضی کرنے کے لیے نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بدعات سے اللہ خوش ہوتا ہی نہیں۔ ایسے کاموں سے تو اللہ سخت ناراض ہوتا ہے۔ دکھاوے کا دوسرا نام ریا ہے اور ریا کو نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکِ اصغر کہا ہے۔ اب بتائیے بات کہاں تک پہنچی، پھر دعوت ہمیشہ خوشی کے موقعوں پر ہوتی ہے، نہ کہ غموں کے سلسلہ میں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح منہاج'' میں لکھتے ہیں: خاص دنوں میں کھانے کی دعوت کرنا جیسے تیجا، پانچواں، نواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں ششماہی اور برسی، یہ سب بدعات ممنوعہ ہیں۔ علامہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ ''المدخل'' میں لکھتے ہیں: اہل میت کا کھانا تیار کرنا، اور لوگوں کو اس پر جمع کرنا سنت سے ثابت نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے جو پسندیدہ نہیں۔ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں: اہل میت کے ہاں کھانے کی دعوتیں اُڑانا جائز نہیں۔ ان کی اجازت خوشی کے مواقع پر ہے۔ صدموں میں یہ بہت بڑی بدعت ہے۔ علامہ جلی ''کبیری'' میں لکھتے ہیں: اور اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت مکروہ ہے، یہ خوشیوں کے موقع کا عمل ہے، غم کے موقع کی بات نہیں۔ یہ بڑی بُری بدعت ہے۔ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''مدارج النبوۃ'' میں لکھتے ہیں: پہلے زمانے میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ میت کے لیے اکٹھے ہوں اور قرآن کریم

پڑھیں اور قبروں پر آ کر یا دوسری جگہ پر پڑھیں۔ یہ سب بدعات ہیں۔ خاص تیسرے دن کا اجتماع اور دوسرے تکلفات اور مرحوم کی وصیت کے بغیر یتیموں کے مال سے دعوتیں اُڑانا بدعت اور حرام ہے۔ آپ نے بڑے بڑے علماء کرام اور محدثین کے بیانات سُنے ......اب آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں......ارے! یہ اس طرف کارڈ کیسا پڑا ہے! اس پر تو میری نظر پہلی بار پڑی ہے، یہ تو دعوتی کارڈ ہے ......شادی کارڈ...... ...... اوہ نہیں! چالیسویں کا دعوتی کارڈ' اُف! تو آپ نے یہ کارڈ بھی چھپوائے تھے۔"

"مم......میں......وہ......اب......اب میرے پاس کہنے کے لیے رہ ہی کیا گیا ہے......لیکن ...... یہ اس قسم کی ...... میری زندگی کی آخری دعوت تھی ......ہاں ...... آخری دعوت۔"